مولود ناموں کی روایات کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

(اہم کتب کا تعارف، اسباب و محرکات اور نتائج و اثرات)

محمد انس حسان*

Abstract

The Muslim scholars have brought to light the various aspects of the life of the Holy Prophet (PBUH). This activity was started from the 1st century and is still in vogue. One of these aspects is the book written on the birth of the Holy Prophet (PBUH). One chapter was specified for the *Riwāyāt* (reports) on the birth of the Holy Prophet (PBUH) in the old books of seerat. On the other hand, it had become a custom to write entire books on this topic in the third and fourth centuries. However, the books written on the Holy birth of the Prophet (PBUH) got immense popularity in the Sub-Continent.

Though, a lot of written work has been done on this certain topic in the Sub-Continent, yet the subject has not been explained justly because of the emotional attachment and devotion. Many weak and unreliable narrations have been included in these books. Even some learned people also quoted these unauthentic narrations and provided a sufficient excuse to the people for the justification of such narrations.

Thus, it becomes compulsory to give an analytical analysis of the unauthentic narrations written in these books. It is also necessary to analyze the causes, motives and effects of such narrations.

Keywords: *Seerat; Riwāyāt; Mīlād*.

کریم ﷺ کی سیرت مطہرہ کے ایک ایک گوشے پر اس قدر تفصیل سے لکھا گیا ہے کہ انسانی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ جوں جوں وقت گذرتا جارہا ہے یہ سلسلہ مزید منظم، مرتبط اور عمدہ سے عمدہ ہوتا جارہا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جس طرح قرآن حکیم کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے 'اسی طرح صاحب قرآن کی سیرت کے عجائبات کا سلسلہ بھی ہمیشہ جاری و ساری رہے گا۔ بناء بریں آج ہم مکمل یقین کے ساتھ یہ دعویٰ کرسکتے ہیں کہ جتنا کچھ اور جو کچھ نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ پر لکھا گیا ہے، دنیا کی تاریخ میں آج تک کسی پر اتنا کچھ نہیں لکھا گیا اور یہ عمل ہر گزرتے دن کے ساتھ سیرت نبوی کے نئے نئے زاویوں اور پہلوؤں کی جانب بڑھ رہا ہے۔

ابتدائی کتب سیرت میں ہمیں ترتیب تالیف سے زیادہ ذوق مؤلف غالب نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کتب میں ربط وضبط کی کمی اور موزونی گفتگو سے ہٹ کر کثرت روایات کا عنصر واضح طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ سیرت نگاری کے اصول مرتب ہوئے اور محدثین کی نقد و جرح نے سیرت نگاروں کو واقعات و روایاتِ سیرت میں زیادہ احتیاط اور موزونی طرزِ اسلوب کی راہ پر ڈالا جس سے سیرت نگاری کو نئی جہات اور زاویے ملے اور اس حوالے سے فنی تقسیم عمل میں آئی ۔سیرت کے فن کے پھیلاؤ نے سیرت نگاروں کو سیرت کے الگ الگ پہلوؤں پر متوجہ کیا اور ہر ایک پہلو پر الگ الگ کتب

* لیکچرر اسلامیات، گورنمنٹ کالج، جہانیاں

(یہ مقالہ کراچی یونیورسٹی کے زیر اہتمام دو روزہ انٹرنیشنل سیرت کانفرنس ۱۳۔۱۲ فروری ۲۰۱۴ء میں پیش کیا گیا تھا)۔

لکھے جانے کی روایات پروان چڑھیں۔

سیرت نگاری کے انہی متنوع اور اپنی ہیئت کے اعتبار سے محیر العقول پہلوؤں میں سے ایک پہلو"کتبِ میلاد" کی صورت میں سامنے آیا۔ ڈاکٹر انور محمود خالد کے مطابق '': میلاد نامے وہ نظم ہے جس میں آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت کا حال قلم بند کیا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر تو یہ صنف حضور اکرم ﷺ کی پیدائش کیلئے وقف ہے۔ لیکن بیشتر مولود ناموں میں آپ ﷺ کی ولادت سے لیکر وفات تک کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ گویا مولود نامہ منظوم سیرت کا دوسرا نام ہے۔" [۲]

ڈاکٹر انور محمود خالد کی تعریف میں مولود ناموں میں "منظوم" کی محصوریت قطعی درست نہیں۔ کیونکہ یہ مولود نامے نثر اور مخلوط شکل میں بھی کثرت سے لکھے گئے۔ تاہم یہ بات درست ہے کہ اس کی ابتداء ''منظوم'' شکل میں ہوئی۔

ہمارے لیے یہ کہنا مشکل ہے کہ سیرتِ نبوی کے اس پہلو پر باقاعدہ کتب لکھے جانے آغاز کب ہوا؟ سید سلیمان ندوی کے مطابق ابن دِحیہ کلبی (۵۴۴ھ۔۶۳۳ھ) وہ پہلے مولود نگار ہیں جنھوں نے ۶۰۴ھ میں ''التنویر فی مولد السراج المنیر'' کے عنوان سے کتاب لکھی۔ [۳] سید صاحب کی تحقیق کا ماخذ دراصل یہ ہے کہ موصل (عراق) کے والی مظفر الدین جو کہ میلاد کے دن کو خصوصی طور پر منانے کا اہتمام کرتے تھے، انہیں ابن دِحیہ نے اپنی یہ کتاب پیش کی تھی اور خصوصی انعام واکرام پایا تھا۔ ڈاکٹر مظفر عالم صدیقی کے مطابق اس فن پر سب سے پہلے کتاب ابو عبداللہ محمد بن الواقدی (۱۳۰ھ۔۲۰۷ھ) نے ''مولد النبی'' کے نام سے لکھی اور اس لحاظ سے اس موضوع پر باقاعدہ کتاب دوسری صدی ہجری میں لکھی جاچکی تھی۔ [۴]

ان محققین کی آراء اپنی جگہ تاہم ہماری تحقیق کے مطابق شیخ عبد القادر جیلانی (۴۷۱ھ۔۵۶۱ھ) وہ پہلے مولود نگار ہیں جنہوں نے اس موضوع پر "مولد النبی" کے عنوان سے پہلی کتاب لکھی، جس کا قلمی نسخہ کتب خانہ ظاہریہ مصر میں موجود ہے۔ نیز ان کے بعد ابن جوزی (۵۱۰ھ۔۵۹۷ھ) کی "المولد العروس" اور "بیان المیلاد النبوی" کا بھی پتہ چلتا ہے جس کے تیس سے زائد قلمی نسخے اب تک دریافت ہوئے ہیں اور مطبوعہ و مترجم طور پر یہ کتاب عام میسر ہے۔ نیز واقدی کی "مولد النبی" کا ذکر کتب میں تو ملتا ہے لیکن یہ کتاب موجود نہیں اور نہ ہی اس کے کسی قلمی نسخے کا اب تک پتہ چل پایا ہے۔ البتہ بعض مجہول قلمی نسخے ان سے منسوب کیے جاتے رہے ہیں، جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

ان ابتدائی کتب کے بعد ابن عبد اللہ الجزری، حافظ عراقی، ابنِ ناصر الدین دمشقی، شیخ عبد الرحمن السخاوی، ابن الحجر المکی، ملا علی قاری، عبد الکریم البرزنجی، محمد بن جعفر الکتانی اور یوسف بن اسماعیل نبھانی نے اس موضوع پر طبع آزمائی کی اور باقاعدہ کتب تصنیف کیں۔ ان تمام حضرات کی کتب میلاد طبع شدہ اور دستیاب ہیں۔ ان کتب نے بعد کی کتب میلاد پر بڑے گہرے اثرات چھوڑے۔

حاجی خلیفہ کی ''کشف الظنون'' کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے ۱۷ ایسی کتب کی نشاندہی کی ہے جو خاص اس موضوع پر لکھی گئی ہیں۔ [۵] شیخ صلاح الدین المنجد نے ۱۵۹ عربی کتب میلاد کی فہرست پیش کی ہے۔ [۶] مولانا سید عبد الحئ ندوی نے برصغیر کے تناظر میں ۱۸ میلاد ناموں کا ذکر کیا ہے۔ [۷] ڈاکٹر انور محمود خالد نے ۸۶ مولود ناموں کا ذکر کیا ہے۔ [۸] قاموس الکتب اردو نے ۱۹۶۱ء تک دستیاب مولود ناموں کا ذکر کیا ہے، جن کی تعداد ۲۳۵ ہے۔ [۹] ارمغان حق میں ۲۱۴ کتب میلاد کا

ذکر ملتا ہے۔[۱۰] ڈاکٹر مظفر عالم صدیقی نے ۳۵۰ کے قریب کتب میلاد دریافت کی ہیں۔[۱۱] آقائے احمد منزوی نے پاکستان میں موجود فارسی مطبوعات کی ۱۴ جلدوں پر جو نامکمل فہرست شائع کی ہے اس کی ورق گردانی سے ۱۲۱ فارسی زبان کے مولود ناموں کا پتہ چلتا ہے[۱۲] اگر ان تمام فہرستوں میں سے مکررات حذف کر دی جائیں تو اس وقت ۳۷۹ کتب میلاد قلمی و مطبوعہ شکل میں ہمارے پاس موجود ہیں۔ اندازہ یہ ہے کہ ان مولود ناموں کی مجموعی تعداد اس سے دوگنی ضرور رہی ہوگی۔ ہم نے ۱۶۱ کتب میلاد کا بالاستیعاب مطالعہ ومشاہدہ کیا ہے۔

ان کتب کے ساتھ ساتھ ''اردو میں میلاد نامے'' [۱۳] کے عنوان سے ڈاکٹر قاضی شہاب الدین نے ۱۹۶۴ء میں ناگ پور یونیورسٹی (ہندوستان) سے اور ڈاکٹر مظفر عالم جاوید صدیقی نے ''اردو میں میلاد النبی''[۱۴] کے عنوان سے اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے ۱۹۹۷ء میں پی۔ایچ۔ڈی کی سندات حاصل کی ہیں۔ نیز سیرت نبوی ﷺ کے اس ایک پہلو پر ۴۰ سے زائد رسائل وجرائد کی خصوصی اشاعتوں کا اب تک پتہ چل سکا ہے۔

برصغیر میں کتب میلاد کی روایت ایران کے راستے پہنچی اور بہت جلد اس صنف کو خاص مقام اور شہرت حاصل ہوگئی۔ فارسی زبان میں اب تک کا قدیم مولود نامہ محمد عالمگیر کا ہے جس پر تاریخ ۳ جلوس اکبر شاہ ثانی درج ہے اور اس کا واحد نسخہ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں موجود ہے۔ اردو زبان میں نظم کا آغاز نثر سے پہلے ہوا، اس لئے ابتدائی مولود نامے بھی منظوم لکھے گئے جن میں فارسی، ہندی اور دکنی ترکیبات کا رنگ غالب نظر آتا ہے۔

ہماری تحقیق کے مطابق اردو زبان میں سب سے پہلا منظوم میلاد نامہ عبد المالک بہروجی نے ۱۰۰۹ھ / ۱۶۰۱ء میں لکھا جبکہ نثر میں ''رسالہ مولود مسعود'' کے عنوان سے احمد یار خاں نے تقریباً ۲۰۰ سال بعد یعنی ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء میں مولود نامہ لکھا البتہ اس دوران مخلوط مولود نامے لکھے جاتے رہے، جو نظم ونثر دونوں کا مجموعہ ہوا کرتے تھے۔ برصغیر میں ان مولود ناموں کا آغاز جنوبی ہند سے ہوا اور اردو زبان کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ اس کا بھی نشو و ارتقاء ہوتا رہا۔ ہمارے نزدیک برصغیر میں سیرت کے اس خاص گوشے سے دلچسپی اور اس پر بے شمار کتب لکھے جانے کے اسباب درج ذیل ہوسکتے ہیں۔

۱۔ ہندوستان میں ہندو دیوتاؤں کو مافوق الفطرت انداز میں پیش کرنے کی روایات موجود تھی اور ہندومت کا مذہبی ادب اس سے مملو تھا۔ اس تناظر میں ذہنی اور مذہبی بالادستی کی سوچ کے پیش نظر بعض مخلص مگر کم علم لوگوں نے تقابلی انداز فکر اور اسلوب نگارش اپنایا اور عوامی سطح پر اسی باعث اس کو قبول عام بھی حاصل ہوا۔

۲۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت کے اس خاص گوشے سے دلچسپی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ آپ کی ولادت انسانی تاریخ کا ایک غیر معمولی واقعہ تھا جس نے دنیا کی تاریخ ہی بدل ڈالی۔ چنانچہ فرط محبت میں اس خاص واقعہ کو بھی واقعہ کربلا کی الم ناکی کی طرح خاص شہرت ملی اور یہ واعظین اور ذاکرین کے ذریعے لوگوں میں بڑی تیزی سے پھیلا اور عوامی سطح پر اس کا خیر مقدم کیا گیا۔

برصغیر میں لکھی گئی ان کتب میلاد کو انداز واسلوب کے اعتبار سے دو ادوار (قدیم وجدید) میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(الف) قدیم اسلوب میلاد تقریباً انیسویں صدی کے وسط تک لکھی جانے والی کتب میلاد میں مروج رہا۔ اس دور کے میلاد نگاروں کی توجہ زیادہ تر نور محمدی، ولادت کی روایات اور دلائل و معجزات کی طرف رہی۔ اس دور میں لکھے گئے مولود ناموں

میں کئی موضوع روایات اور بے سروپا واقعات کا پتہ چلتا ہے۔

(ب) جدید اسلوب میلاد کا آغاز ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد برصغیر کے مخصوص سیاسی و سماجی حالات میں تغیر و تبدل کی بنا پر ہوا۔ اس دور میں میلاد نگاروں کی توجہ آپ ﷺ کی بشری خصوصیات، بنی نوع انسانی پر آپ ﷺ کے احسانات، پیغام رسالت اور مقصد رسالت پر رہی اس دور میں قدیم اسلوب پر کی گئی تنقیدات کا تدارک کرنے کی کوشش بھی ہمیں نظر آتی ہے جس نے اس صنف میں مزاحمتی ادب کا اضافہ کیا۔[۱۵]

یہ کتب میلاد منظوم، نثر اور مخلوط اسلوب پر لکھی گئیں اور زمانی مقبولیت کے پیش نظر ان کا انداز بھی تبدیل ہوتا رہا۔ ذیل میں ہم چند منتخب کتب میلاد کا عمومی تعارف کرواتے ہیں۔

۱۔ امین گجراتی نے "تولد نامہ" (منظوم) ۱۱۰۳ھ / ۱۶۹۲ء میں لکھا۔ ۱۴۹۲ اشعار پر مشتمل اس مثنوی کا ایک قلمی نسخہ انجمن ترقی اردو جبکہ دوسرا قلمی نسخہ جامعہ سندھ میں موجود ہے۔ مطبوعہ نسخے کا پتہ نہیں چل سکا۔

۲۔ عنایت شاہ قادری نے ۱۱۱۰ھ / ۱۶۹۹ء میں "نور نامہ" (منظوم) لکھا۔ اس کے دو قلمی نسخے کتب خانہ آصفیہ، پانچ قلمی نسخے انجمن ترقی اردو اور دو قلمی نسخے قومی عجائب گھر کراچی میں موجود ہیں۔

۳۔ محمد باقر آگاہ نے "ہشت بہشت" (منظوم) لکھا۔ جو ۱۱۸۵ھ / ۱۷۷۲ء سے ۱۲۰۶ھ / ۱۷۹۱ء کے درمیانی عرصے میں لکھا گیا۔ اس میں آٹھ ہزار چھ سو اشعار ہیں۔ اس میلاد نامہ کا قلمی نسخہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد میں موجود ہے۔ جبکہ ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء مطبع گلزار حسینی، بمبئی اور ۱۳۰۷ھ / ۱۸۹۰ء میں مطبع نظامی مدراس سے اس کی اشاعت ہوئی۔

۴۔ قاضی قاسم مہری نے "عروس المجالس" (منظوم) کے نام سے ۱۲۰۹ھ / ۱۷۹۴ء میں میلاد نامہ لکھا۔ قاضی صاحب کا تعلق ٹیپو سلطان شہید کے دربار سے تھا۔ اس میلاد نامہ کا قلمی نسخہ قومی عجائب گھر کراچی میں موجود ہے۔

۵۔ مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی نے دو رسالے "مولود نامہ" (نثر) اور "نور نامہ" (نثر) تحریر کئے۔ ان دونوں کے قلمی نسخے قومی عجائب گھر کراچی میں موجود ہیں جبکہ مولود نامہ کا ایک قلمی نسخہ محترم ایوب قادری مرحوم کے نجی کتب خانے میں بھی موجود تھا۔

۶۔ مولوی احمد یار خاں نے "مولود مسعود" (نثر) لکھا، جس کا سن تصنیف ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء سے ۱۲۴۵ھ / ۱۸۳۰ء کا درمیانی عرصہ ہے یہ پہلی مرتبہ ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء میں "مولد شریف جدید" کے نام سے کانپور سے شائع ہوا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ محترم عبد الجبار شاکر مرحوم کے نجی کتب خانے میں موجود ہے۔

۷۔ مفتی عنایت احمد کاکوری نے ۱۲۷۵ھ / ۱۸۵۸ء میں "تواریخ حبیب الہٰ" (نثر) لکھا جو ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء میں نظامی پریس کانپور سے شائع ہوا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ میرے کتب خانے میں موجود ہے۔

۸۔ سلامت اللہ کشفی نے "خدا کی رحمت" (نثر) کے نام سے مولود نامہ لکھا، جو ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء میں نظامی پریس کانپور سے شائع ہوا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ میرے کتب خانے میں موجود ہے۔

۹۔ خواجہ الطاف حسین حالی نے "مولود شریف" (نثر) ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء میں لکھا جو حالی کی پہلی تصنیف ہے۔ یہ ۱۳۵۱ھ /

۱۹۳۳ء میں پہلی مرتبہ حالی پریس پانی پت سے شائع ہوا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ میرے کتب خانے میں موجود ہے۔

۱۰۔ اردو کے مشہور شاعر امام بخش ناسخ نے بھی "مولد شریف" (منظوم) کے عنوان سے مثنوی لکھی جو ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۶ء میں مطبع کانپور لکھنو سے شائع ہوئی تھی۔ اس میلاد نامہ کا قلمی نسخہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد میں موجود ہے۔

۱۱۔ مولوی خیر الدین گوپاموی نے "ریاض الازہار فی احوال سید الابرار" (نثر) ۱۲۵۶ھ / ۱۸۴۰ء میں تحریر کی جو مطبع اوودھ اخبار لکھنو سے ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۶ء میں شائع ہوا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ جامعہ پنجاب لاہور میں موجود ہے۔

۱۲۔ غلام امام شہید نے "مولود شریف شہید" (مخلوط) لکھا جو پہلی مرتبہ ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء میں مبطع نول کشور لکھنو سے شائع ہوا اور اب تک اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس کا مطبوعہ نسخہ میرے کتب خانے میں موجود ہے۔

۱۳۔ امیر مینائی نے "خیابان آفرینش" (مخلوط) کے نام سے ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء میں میلاد نامہ لکھا جس کے ضمیمہ میں میلادیہ منظومات بھی شامل کر لیں۔ اس کا مطبوعہ نسخہ میرے کتب خانے میں موجود ہے۔

۱۴۔ احمد خاں صوفی اکبر آبادی نے "مولود شریف" (نثر) لکھی جو ۱۲۸۷ھ / ۱۸۷۰ء میں مطبع صفیہ آگرہ اور ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء میں مطبع نول کشور اور ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۵ء میں مطبع رزاقی کانپور سے شائع ہوا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ محترم عبد الجبار شاکر مرحوم کے نجی کتب خانے میں موجود ہے۔

۱۵۔ مولوی عبد الرحیم نے ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء میں "رحمت الرحیم" (نثر) تحریر کیا جو ۶۴ صفحات پر مشتمل تھا جو پہلی مرتبہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور سے شائع ہوا، سال طباعت درج نہیں ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ میرے کتب خانے میں موجود ہے۔

۱۶۔ محسن الملک نے ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰ء میں "میلاد شریف" (نثر) لکھی۔ جسے مطبع نول کشور نے شائع کیا۔ یہ محسن الملک کی پہلی تصنیف ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ جامعہ پنجاب لاہور میں موجود ہے۔

۱۷۔ سر سید احمد خان نے "جلاء القلوب بذکر محبوب" (نثر) کے نام سے مولود نامہ لکھا جس کی قبولیت کی شہادت یہ ہے اس کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے تاہم اس کا پہلا ایڈیشن ۱۲۵۸ھ / ۱۸۴۲ء میں شائع ہوا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ میرے کتب خانے میں موجود ہے۔

۱۸۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے "تجلی الیقین مع تمہید ایمان" (منظوم) کے نام سے ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۵ء میں مولود نامہ لکھا۔ یہ چار ابواب اور انسٹھ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ جامعہ پنجاب لاہور میں موجود ہے۔

۱۹۔ مولوی مجیب اللہ لکھنوی نے "شمس الضحیٰ فی میلاد المصطفیٰ" (مخلوط) کے نام سے مولود نامہ لکھا جو ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۴ء میں مطبع نول کشور سے شائع ہوا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ میرے کتب خانے میں موجود ہے۔

۲۰۔ عباد اللہ بادل نے "مولود بادل" (مخلوط) لکھا جو ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء میں پہلی مرتبہ مطبع نظامی کانپور شائع ہوا۔ اس کی مقبولیت کے سبب کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ جامعہ پنجاب لاہور میں موجود ہے۔

۲۱۔ میر مہدی مجروح (غالب کے شاگرد) نے "انوار الاعجاز" (نثر) کے نام سے میلاد نامہ لکھا جو ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء میں پہلی مرتبہ لکھنو سے شائع ہوا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ محترم عبد الجبار شاکر مرحوم کے نجی کتب خانے میں موجود ہے۔

۲۲۔ حکیم امیر الدین عطار نے "مولود عطار" (مخلوط) کے نام سے مولود نامہ لکھا جو مطبع ابو العلائی آگرہ سے ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۴ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ محترم عبد الجبار شاکر مرحوم کے نجی کتب خانے میں موجود ہے۔

۲۳۔ سید محمد علی بیدل نے "آئینہ شفاعت" (مخلوط) کے عنوان سے مولود نامہ لکھا جو ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء میں نظامی پریس بریلی سے شائع ہوا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ جامعہ پنجاب لاہور میں موجود ہے۔

۲۴۔ مولوی عاشق حسین دہلوی کا مولود نامہ "راحت العاشقین" (مخلوط) مطبع مجتبائی لکھنو سے ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء میں شائع ہوا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ میرے کتب خانے میں موجود ہے۔

۲۵۔ مولوی محمد انوار اللہ نے "انوار احمدی" (نثر) تحریر کی جو پہلی مرتبہ ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں اشاعت العلوم حیدر آباد دکن سے شائع ہوئی۔ اس کا مطبوعہ نسخہ میرے کتب خانے میں موجود ہے۔

۲۶۔ محمد جمیل الرحمن کا میلاد نامہ "حیات ذاکر" (نثر) ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء میں شائع ہوا جو کمزور روایات کے باوجود کافی مقبول ہوا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ دہلی یونیورسٹی کے کتب خانے میں موجود ہے۔

۲۷۔ علامہ راشد الخیری کا مولود نامہ "آمنہ کا لال" (نثر) پہلی مرتبہ ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۰ء میں شائع ہوا اور اب تک اس کے چار ایڈیشن میری نظر سے گذر چکے ہیں۔ اس کا مطبوعہ نسخہ میرے کتب خانے میں موجود ہے۔

۲۸۔ خواجہ حسن نظامی کا "میلاد نامہ اور رسول بیتی" (نثر) پہلی مرتبہ ۱۳۳۶ھ / ۱۹۱۷ء میں شائع ہوا۔ ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۱ء میں کارکن حلقہ مشائخ بک ڈپو دہلی سے بھی شائع ہوا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ دہلی یونیورسٹی کے کتب خانے میں موجود ہے۔

۲۹۔ مولانا مناظر احسن گیلانی نے "ظہور نور" (نثر) کے نام سے میلاد نامہ لکھا جو پہلی مرتبہ ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۳ء میں اسلامک پبلشر حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ میرے کتب خانے میں موجود ہے۔

۳۰۔ مولانا ابو الکلام آزاد کی کتاب "ولادت نبوی" (نثر) بھی بہت مشہور ہے جو دراصل ان کے الہلال میں شائع ہونے والے مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس کے ابتدائی ایڈیشن کا پتہ نہیں چل سکا تاہم اسلوب تحریر کے باعث یہ کافی مقبول ہے اور اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور عام دستیاب ہے۔

۳۱۔ محمد اکبر خان وارثی "میلاد اکبر" (منظوم) ۱۳۵۸ھ / ۱۹۴۰ء میں پہلی مرتبہ مطبع نامے بمبئی سے شائع ہوا۔ اس میلاد نامے کو جتنی شہرت نصیب ہوئی اتنی کسی کو نہیں ہوئی۔ اب تک اس کے ۱۱ ایڈیشن میری نظر سے گذر چکے ہیں۔

کتب میلاد کی روایات اب تک جاری ہیں اور ہر سال بہت سی کتب اس موضوع پر سامنے آ رہی ہیں۔ تاہم ان کتب پر جواز و عدم جواز کی ابحاث زیادہ غالب نظر آتی ہیں۔

مردوں کی طرح عورتوں نے بھی اس صنف سیرت پر طبع آزمائی کی ہے۔ چنانچہ میمونہ گورکھ پوری اور نجمہ اختر بانو سہر وردیہ وہ خواتین ہیں جن کا منظوم اردو میلاد نامہ ہم تک پہنچا ہے جبکہ شمسی عباد الرحمن نے پہلا نثری مولود نامہ تحریر کیا۔ ذیل میں چند خاتون مولود نگاروں کے مولود ناموں کا تعارف کروایا جاتا ہے۔

ا۔ میمونہ گورکھ پوری نے "تحفہ خواتین فی میلاد ختم المرسلین" ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء میں لکھا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ دہلی یونیورسٹی

کے کتب خانے میں موجود ہے، جس پر مطبع کا نام واضح نہیں ہے۔

۲۔ نجمہ اختر بانو سہر وردیہ (والدہ حسین شہید سہر وردی) نے "کوکب دری" کے نام سے مولود نامہ تحریر کیا جو پہلی مرتبہ ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء میں کلکتہ سے اور آخری مرتبہ ۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ محترم عبد الجبار شاکر مرحوم کے نجی کتب خانے میں موجود ہے۔

۳۔ نور بیگم بدایونی نے "نبی جی کی خوشی" کے نام سے مولود نامہ لکھا جو پہلی مرتبہ نظامی پریس بدایوں سے جبکہ چھٹی مرتبہ رفاہ عام پریس لاہور سے ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ جامعہ پنجاب لاہور میں موجود ہے۔

۴۔ بیگم مولوی محمد شمس الدین نے "عید میلاد" کے عنوان سے مولود نامہ لکھا۔ اس کا سال اشاعت ۱۳۳۶ھ / ۱۹۱۸ء جبکہ صفحات کی تعداد ۳۴ ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ جامعہ پنجاب لاہور میں موجود ہے۔

۵۔ میمونہ سلطان بیگم نے "ذکر مبارک" کے نام سے ۴۰ صفحات پر مشتمل مولود نامہ لکھا جس کا پہلا ایڈیشن ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۷ء میں شائع ہوا۔

۶۔ انیس فاطمہ خوش گڑھی نے "مولود نورانی" تحریر کیا جو ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء لکھنو سے شائع ہوا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ کتب خانہ علی گڑھ میں موجود ہے۔

۷۔ شمسی عباد الرحمن نے "میلاد شمسی" کے عنوان سے میلاد نامہ لکھا جو پہلی مرتبہ رام کمار پریس دہلی سے ۱۳۶۹ھ / ۱۹۵۰ء میں شائع ہوا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ جامعہ پنجاب لاہور میں موجود ہے۔

۸۔ کبیر النساء بیگم نے "باغِ کائنات" کے عنوان سے مولود نامہ لکھا جو ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۴ء میں محمد شفیع بک سیلر کانپور سے شائع ہوا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ جامعہ پنجاب لاہور میں موجود ہے۔

۹۔ ام زبیر نے "میلاد النبی" کے نام سے میلاد نامہ لکھا جو ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء میں شائع ہوا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ محترم عبد الجبار شاکر مرحوم کے نجی کتب خانے میں موجود ہے۔

۱۰۔ سیدہ فاطمہ زہرہ بلگرامی نے "میلاد زہرہ" کے عنوان سے میلاد نامہ لکھا۔ مطبع کا نام غیر واضح ہے تاہم یہ نسخہ جامعہ پنجاب لاہور میں موجود ہے۔

مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلم شعراء و ادباء نے بھی اس صنف پر لکھا ہے ڈاکٹر مظفر عالم صدیقی نے ایسے ۶۶ غیر مسلم شعراء کا ذکر کیا ہے۔ جنہوں نے کتب میلاد پر اپنے آثار چھوڑے ہیں۔[۱۶] اس حوالے سے سب سے قدیم مولود نگار چھمی نارائن (متوفی ۱۸۰۸ء) کا پتہ چلا ہے جو "شفیق" تخلص کرتے تھے اور ان کی کتاب "مولود نامہ مع معراج نامہ" کا قلمی نسخہ انجمن ترقی اردو کراچی کے ہاں موجود ہے۔

بر صغیر میں کتب میلاد کی روایت ایران کے راستے پہنچی، اس لئے ایران کے داستانی ادب اور ہندوستان کے دیو مالائی قصے کہانیوں کے اثرات بھی اس میں شامل ہوتے چلے گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ مقامی تہذیبی و تمدنی اثرات بھی اس میں شامل ہو گئے، جس کے تحت اصنام پرستی، الوہیت اور فوق العادت عناصر کو بڑے اشتیاق سے پیش کیا گیا۔ اس کی حیثیت اخباری اور

عوامی نوعیت کی تھی جس کی وجہ سے اس صنف کی مقبولیت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ابتدائی طور پر لکھے گئے میلاد ناموں میں شاعرانہ تخیلات اور مبالغہ آمیزی مستند روایات پر غالب نظر آتے ہیں۔ اسی باعث ان میلاد ناموں پر تنقیدات کا سلسلہ بھی شروع ہوا اور اہل علم نے ان میلاد ناموں کی روایات پر تحفظات کا اظہار بھی کیا۔ جس کی وجہ سے حوالہ جات اور مصادر و مراجع کی نشاندہی کے رجحانات پیدا ہوئے۔

اگرچہ ان مولود ناموں میں حقیقت پسندی اور صحیح روایات کی بجائے مبالغہ آمیزی اور افراط و تفریط کے اثرات واضح طور پر دیکھے جاسکتے ہیں لیکن ان کا انداز نگارش اور اسلوب بیان بڑا جاذب نظر اور مرصع و مسجع عبارات سے مزین نظر آتا ہے۔ ان میلاد ناموں کے فنی عناصر میں سراپا نگاری، کردار نگاری، واقعات نگاری، جذبات نگاری اور تاثیر و روانی کو خصوصی اہمیت دی جاتی تھی۔ چونکہ ان کی غرض و غائیت مجلسی اور عوامی تھی اس لئے مجلسی اور عوامی تقاضوں کو ہمیشہ ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ اسلوب بیان کے اعتبار سے ان مولود ناموں میں تمثیلی، بیانیہ، مکالماتی، وصفیہ اور ڈرامائی انداز کار فرما نظر آتا ہے اور لکھنے والے کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کے دور کے تمام اصناف و اسالیبِ ادب کی جھلک اس میں نظر آئے۔ قطع نظر اس بات کے کہ ان مولود ناموں میں رطب و یابس روایات کا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے، جس کی کوئی دینی حیثیت نہیں ہے، تاہم اس بات سے بھی انکار ممکن نہیں ہے کہ ان مولود ناموں کے پس منظر میں عشق رسول کے وہ عوامل بھی کار فرما رہے جن کی بنیاد محض محبت اور اخلاص پر استوار تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس میدان میں سر سید احمد خان اور الطاف حسین حالی جیسے عقلیت پسند بھی بے دست و پا نظر آتے ہیں۔

ان مولود ناموں میں وضعی اور بے اصل روایات کیوں کر داخل ہو گئیں؟ اس کے اسباب و محرکات کیا ہوئے؟ اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ ان روایات کی جانچ اور تنقید میں جن کا تعلق احکام فقہی سے ہے، محدثین نے جو سختی اور شدت اختیار کی ہے وہ مناقب اور فضائل کے باب میں نہیں کی ہے۔ چنانچہ کاہنینِ عرب کی پیشین گوئیاں اور اشعار اور عجیب و غریب غیر صحیح فضائل معجزات اور برکات کا یہ بے پایاں دفتر روایات میں موجود اور کتابوں میں مدون ہیں۔[۱۷]

۲۔ یہ روایات زیادہ تر تیسرے اور چوتھے درجے کی کتب حدیث میں پائی جاتی ہیں۔ تیسرے درجے میں قوی، ضعیف ہر قسم کی حدیثیں پہلو بہ پہلو درج ہیں اور چوتھے درجے میں وہ کتابیں ہیں جن کے مصنفین صدیوں کے بعد پیدا ہوئے۔ انہوں نے ان احادیث کے مجموعے بنائے جنہیں پہلے اور دوسرے درجے کے محدثین نے کمزور ہونے کے سبب نہیں لیا تھا، تاکہ صحیح اور غلط کی پہچان ہو جائے۔[۱۸]

۳۔ متاخرین نے یہ سرمایہ جن کتب سے حاصل کیا ان میں طبری، طبرانی، بیہقی اور ابو نعیم اصفہانی کی کتب مشہور ہیں۔ بعد ازاں حافظ قسطلانی نے ان ہی ضعیف اور منکر روایات کے بڑے حصے کو "مواہب لدنیہ" میں اور ملا معین الدین الہروی نے "معارج النبوۃ" میں اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے "مدارج النبوۃ" میں اسی طرح درج کر دیا اور انہی کتب سے یہ روایات برصغیر میں پھیل گئیں۔ اگرچہ ان کتب کی روایات سیرت ابن اسحاق، طبقات ابن سعد اور واقدی جیسے بنیادی مآخذ سے لی گئی

ہیں تاہم اہل علم جانتے ہیں کہ ان کتب میں بھی ضعیف اور کمزور بلکہ موضوع روایات کی کثیر تعداد موجود ہے، جن کے استناد میں کلام ہے۔ چنانچہ امام ذہبی[۱۹] اور امام ابن تیمیہ[۲۰] نے ابو نعیم اصفہانی کی روایات کو موضوع اور نا قابل اعتماد قرار دیا ہے۔ اسی طرح قاضی عیاض کی ''الشفاء'' کی بلا سند روایات پر بھی ابن تیمیہ نے سخت نقد کیا ہے۔[۲۱] علامہ جلال الدین سیوطی کی ''الخصائص الکبریٰ'' کی روایات پر بھی سید سلیمان ندوی کا نقد موجود ہے۔[۲۲] ابن جوزی جو کہ اخذ روایت میں بہت محتاط ہیں اور وضعی روایات کے سخت ناقد ہیں۔ ان کی کتاب ''مولد النبی'' ضعیف روایات سے مملو ہے۔[۲۳] ملا معین الدین الہروی کے حوالے سے مولانا ابو الکلام آزاد لکھتے ہیں کہ:

> ملا معین الدین الہروی حکایت طرازی، روایات ضعیفہ و موضوعہ نقل کرنے میں، اسرائیلیات اور اخبار یہود وغیرہ میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ اسی نے انہیں سب بے سروپا روایات کو اپنی معارج النبوۃ میں فارسی زبان میں رنگ و روغن کے ساتھ جمع کر دیا۔ چنانچہ اردو زبان میں جس قدر مولود لکھے گئے اور رائج ہیں وہ سب بالواسطہ یا بلاواسطہ اسی ملا معین الدین الہروی کی معارج النبوۃ اور اس جیسی بعض دوسری کتب سے ماخوذ ہیں۔[۲۴]

ڈاکٹر محمد سلیم نے واضح کیا ہے کہ: "ولادت نبوی سے متعلق وہ تمام روایات جو عام طور پر کتب میلاد میں پائی جاتی ہیں ابو نعیم، ابن عساکر اور طبری وغیرہ سے مروی ہیں۔ لیکن صحیح بخاری اور مسلم بلکہ کتب ستہ کی کسی بھی کتاب میں ایسی روایات کا دور دور تک پتہ نہیں"۔[۲۵]

۴۔ برصغیر کے تناظر میں ان میلاد ناموں میں وضعی روایات کے دخل کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ مقبولیت عام کی بنا پر یہ کام واعظوں اور میلاد خوانوں کے حصہ میں آیا۔ چونکہ یہ فرقہ عموماً علم سے محروم ہوتا ہے اور صحیح روایات تک ان کی دسترس نہیں ہوتی، اس لئے لامحالہ ان کو اپنی قوت اختراع پر زور دینا پڑتا تھا۔[۲۶] میلاد ناموں کے مصنفین اور شعراء نے عام طور پر اپنے مآخذ کا حوالہ نہیں دیا بلکہ صرف ''نقل ہے''، ''روایت ہے''، ''اہل سیر نے لکھا ہے''، ''ارباب تواریخ رقم طراز ہیں''، ''کتب شمائل میں ہے'' جیسے جملوں سے آغاز کر کے روایت نقل کر دیتے ہیں۔[۲۷] اسی باعث بعد کی کتب میں بھی یہ طریقہ اور اسلوب نقل ہوتا چلا گیا اور حقیقت حال قصہ گوئی کی تہہ میں دفن ہوتی چلی گئی۔ اس نقل روایات کا ایک سبب بنیادی مآخذ کا ہندوستان میں نہ ہونا بھی تھا۔ جس کا رونا شبلی نے بھی رویا ہے[۲۸] اگر شبلی کے دور تک بعض اہم کتب ہندوستان میں موجود نہیں تھیں یا طبع نہ ہو سکی تھیں تو اسی سے صورت حال کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۵۔ برصغیر میں مسلمان تعداد میں کم تھے لیکن حاکم تھے۔ حاکمیت کی اپنی ایک سوچ ہوتی ہے اور اسی سوچ اور فکر کے زیرِ اثر مسلمانوں نے نبی کریمؐ کی ذات اقدس کو ہندوؤں کے دیوتاؤں اور اتاروں کے تقابلی رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی اور اس عمل میں ضعیف اور موضوع رویات کی شکل میں ان کے پاس موجود مواد بھی کام آیا۔ چنانچہ بہت سی غلط روایاتِ سیرت زبان زد عام ہوئیں اور لوگوں میں مقبول ہو گئیں۔ اس حوالے سے سید سلیمان ندوی رقمطراز ہیں کہ:

> مسلمانوں کے نزدیک آنحضرت ﷺ افضل الانبیاء ہیں، آپ ﷺ کامل ترین شریعت لے کر مبعوث

ہوئے ہیں، آپ ﷺ تمام محاسن کے جامع ہیں، یہ اعتقاد بالکل صحیح ہے، لیکن اس کو لوگوں نے غلط طور پر وسعت دے دی ہے اور انبیاء سابقین کے تمام معجزات کو آنحضرت ﷺ کی ذات میں جمع کر دیا اور وہ اس اعتقاد کی بدولت تمام مسلمانوں میں پھیل گئے۔۔۔ظاہر ہے کہ اس مماثلت اور مقابلے کے لیے تمام تر صحیح روایتیں دستیاب نہیں ہو سکتیں اس لیے لوگوں نے ان ہی ضعیف اور موضوع روایتوں کے دامن میں پناہ لی۔[۲۹]

۶۔ ان روایات کے وجود میں آنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگلے واعظوں نے آنحضرت ﷺ کی پیدائش کے واقعہ کو شاعرانہ انداز میں بیان کیا مثلاً یہ کہ آپ ﷺ کی پیدائش سے آمنہ کا گھر منور ہو گیا، مکہ کے سوکھے درختوں میں بہار آگئی، ستارے زمین پر جھک گئے، آسمان کے دروازے کھل گئے، فرشتوں نے ترانہ مسرت بلند کیا۔ لیکن بعد کے غیر محتاط واعظوں اور میلاد خوانوں نے اس شاعرانہ اغراق و تعضیب کو واقعہ سمجھ لیا۔[۳۰]

۷۔ آنحضرت ﷺ کے عہد رسالت میں یا بعد کو جو واقعات ظہور پذیر ہوئے ان کا وقوع آنحضرت ﷺ کی ولادت کے زمانے میں تسلیم کر لیا گیا ہے اور ان کو بحیثیت معجزہ کے آئندہ واقعات کا پیش خیمہ بنا لیا گیا ہے۔[۳۱]

۸۔ اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ بعض لوگوں نے میلاد خوانی کو پیشہ بنا لیا اور اس طرح میلاد خوانی کے مجلسی انداز پر بھی یہ عمل اثر انداز ہوا۔ ڈاکٹر مظفر عالم صدیقی کے مطابق:

''۔۔۔(اس دور میں) میلاد خوانوں کی جماعتیں بکثرت بن گئیں۔ جنھوں نے میلاد خوانی کو بطور پیشہ اپنا لیا۔ اس لحاظ کے صرف وہی جماعت کامیاب ہوئی، جنھوں نے مترنم اسلام میلادیہ منظومات اور عقائد کی بہتات پر شدت کے ساتھ روایات جمع کر لیں۔۔۔اس طرح سے مولود نگار مدح و ستائش کے جوش میں اس حقیقت کو بھول گئے کہ جو واقعات وہ بیان کر رہے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے؟ اس طرح سے بے شمار ضعیف روایات کی بھی میلاد ناموں میں بھر مار ہو گئی''۔[۳۲]

۹۔ ہم مولود نگاروں کے خلوص اور اعتقاد پر شک کا ارتکاب نہیں کر سکتے۔ وہ یہ عمل ثواب کی نیت سے کرتے تھے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر انور محمود خالد کی رائے ہے کہ:

''مجالس میلاد کے انعقاد اور کتب میلاد کی تالیف کے کئی محرکات بیان کیے جاتے ہیں لیکن ان میں بڑا اور یقینی سبب ذکر رسول کے ذریعے معمولی ثواب کی خواہش ہے''۔[۳۳]

ہمارے لیے یہ کہنا مشکل ہے کہ روایات کے اعتبار سے اب تک کوئی مکمل طور پر مستند اور بااعتماد مولود نامہ بھی لکھا گیا ہے؟ بعض اہل علم نے بعض مولود ناموں کی حد سے زیادہ ثقاہت اور استناد جبکہ بعض اہل علم نے بعض مولود ناموں کے حوالے سے حد سے زیادہ سختی اور تعصب سے کام لیا ہے، ظاہر ہے کہ یہ دونوں رویے کسی طور درست نہیں۔ ہمیں یہ بات تسلیم کر لینی چاہیے کہ ادبی اسلوب اور شاعرانہ تخیلات کے اعتبار سے ان مولود ناموں میں سے اکثر کا مقام بہت بلند ہے اور اس اعتبار سے ان کو پذیرائی دینا نامناسب نہ ہو گا۔ تاہم استناد کے حوالے سے ان کی حیثیت کچھ زیادہ نہیں ہے۔ ذیل میں ہم ادبی اسلوب اور طرزِ نگارش کے نمونے کے طور پر چند اقتباسات پیش کرتے ہیں، جس سے ان کے ادبی مقام کا کچھ اندازہ

ہو سکتا ہے۔

۱۔ کیسا معبود مطلق ہے جس نے بنی آدم کے واسطے چراغ رہنمائی کا انبیاء کے ہاتھ میں دیا اور تمام عالم کو سید الانبیاء، سند الاصفیاء، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ ﷺ کی شمع جمال جہاں آراء سے روشن کیا۔[۳۴]

۲۔ الٰہی! کیا مجال اور کیا طاقت جو تیری نعمتوں کا شکر ادا کر سکیں۔ تو قدیم ہم حادث، تو خالق ہم مخلوق، تیری نعمتیں بے انتہا اور بے انتہا نعمتوں کا شکر بھی بے انتہا، ہماری ابتداء بھی فنا اور انتہا بھی فنا۔[۳۵]

۳۔ قد مبارک میانہ تھا، نہ بہت لمبا نہ بہت ٹھگنا۔ فی الجملہ لمبائی سے قریب تھا اور جس مجمع میں آپ کھڑے ہوتے سب سے سر بلند معلوم ہوتے، رنگ مبارک سرخ سفید تھا مگر بانمکینی وملاحت۔[۳۶]

۴۔ وہ جسم لطیف ہمہ تن نور تھا شمع کا سا۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ نے بھی آپ کو نور و سراج منیر کر کے خطاب کیا۔ نور و شمع کا سایہ نہیں ہوتا ہے اور شمع کا رو پشت سے یکساں نظر آتا ہے۔ اگر وہ سراج منیر سے چراغ تاباں مراد رکھیں تو معنی یہ ہو کہ وہ چراغ اعظم مستفید نور ہے۔[۳۷]

۵۔ دنیا خواب غفلت میں پڑی سو رہی تھی اور علم نہ تھا کہ اس مہینے کا چاند اپنے ساتھ کیا لاتا ہے۔ رات کے تارے اور دن کا آفتاب کائنات کو کیا پیام دے رہے ہیں، جو عرب کے ساتھ تمام دنیا کی کایا پلٹ دے گا۔[۳۸]

۶۔ اس حوالے سے منظوم نمونہ ملاحظہ ہو:

آج وہ شمس الضحیٰ شمس الضحیٰ پیدا ہوئے	آج وہ بدر الدجیٰ بدر الدجیٰ پیدا ہوئے
نور سے جن کی ہوئی ہے خلق مخلوقِ خدا	آج وہ نور خدا نور خدا پیدا ہوئے
وہ پیمبر جو کریں شق القمر اور رد شمس	آج وہ معجز نما معجز نما پیدا ہوئے[۳۹]

اسی طرح ذرا یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

جہاں میں شور ہے یارب یہ کس کی آمد آمد کا	کہ ہے پرتو فگن عالم میں جلوہ حسن سرمد کا
سیاہی معصیت کی قلب میں نور بن جاوے	اگر پرتو کہیں پڑ جائے اس نور مجرد کا
عدیم المثل خالق نے کیا ہے اس قدر اس کو	کہ سایہ تک ہوا ظاہر نہ اس محبوب کے قد کا[۴۰]

اب چند ایسے نمونے بھی ملاحظہ فرمائیں جن میں حد درجہ غلو اور خلاف حقیقت روایات کا سہارا لیا گیا ہے۔

۱۔ جس دن آمنہ حاملہ ہوئیں، دو سو عورتیں رشک و حسد سے مر گئیں۔۔۔ جبرائیل علیہ السلام نے علم سبز خانہ کعبہ پر نصب کیا۔۔۔ ابلیس پہاڑوں میں جا چھپا۔۔۔۔۔ شبانہ روز صحرا اور دریا میں سرگرداں رہا۔[۴۱]

۲۔ حضرت آمنہ خاتون فرماتی ہیں کہ بعد ولادت سرور عالم تین فرشتے آسمان سے اترے۔ ایک کے ہاتھ میں آفتابہ نقرئی، دوسرے کے ہاتھ میں طشتِ زمردیں، تیسرے کے ہاتھ میں جامہ سفید تھا۔[۴۲]

۳۔ (غیب) سے ایک ہاتھ نکلا اور اندر حجاب کے (نبی کریم ﷺ) کو لے گیا۔ ستر حجاب نور ظلمت کے اس طرح طے ہوئے۔ موٹائی ہر حجاب کی پان سو برس کے راہ اور مسافت ایک سے دوسرے کی پان سو برس کا فرق۔ وہاں پر براق رفتار سے باز رہا۔[۴۳]

۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دستر خوان تھا کہ جس میں حضور ﷺ نے بعد فراغت کھانے کے ہاتھ اور منہ پونچھا تھا۔ جب وہ دستر خوان میلا ہوتا تھا، آگ میں چھوڑ دیتے تھے۔ برعکس جلنے کے وہ دستر خوان سفید اور شفاف ہوجاتا تھا۔[۴۴]

۵۔ جس شب کو حضرت ﷺ پیدا ہوئے کسریٰ کی حویلیوں کو زلزلہ ہوا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے اور ساوے کا تالاب خشک ہو گیا اور سماوے کی ندی ہزار سال سے سوکھی تھی جاری ہوئی اور فارس کا آتشکدہ جس کی آگ ہزار سال سے سلگتی تھی سوبجھ گئی۔[۴۵]

انہی موضوع روایات کے سبب کتب میلاد کے قائلین اور مانعین کی تحقیقات و تنقیدات بھی فتاویٰ کی شکل میں سامنے آئیں۔ چنانچہ ایک محتاط اندازے کے مطابق میلاد و کتب میلاد کے حق اور تردید میں محض انیسویں صدی کے وسط تک ۵۰۰ سے زائد فتاویٰ جات اور رسائل شائع ہوئے۔ فی الوقت ہم ان مولود ناموں کے جواز و عدم جواز کو موضوع بحث نہیں بنانا چاہتے۔ تاہم یہ بات واضح ہے کہ ان مولود ناموں میں غیر مستند مآخذ کی کمزور، ضعیف بلکہ موضوع روایات کثرت سے نقل ہوتی رہیں اور اس کے استناد پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار"[۴۶] یعنی ''جس کسی نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کیا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے''۔

اس حدیث کے پیش نظر اہل علم ہمیشہ سے ایسی روایات کے تذکرے سے اجتناب کرتے رہے جس کے بارے میں انہیں ذرہ سا بھی شک ہوتا کہ اس کا استنادی درجہ کچھ زیادہ نہیں ہے۔ اگرچہ محدثین اور سیرت نگاروں کے اخذِ روایات کے اپنے جداگانہ اصول و ضوابط ہیں اور سیرت نگار ہمیشہ سے محدثین کو اخذِ روایت کے حوالے سے متشدد اور متعصب ہونے کا طعنہ دیتے رہے ہیں۔ تاہم اس بات پر سب متفق ہیں کہ وہ روایات جو قرآن وسنت کے خلاف ہوں، کسی طور قبول نہ کی جائیں۔

برصغیر میں روایات سیرت کی تحقیق و تفتیش کے عمل کا باقاعدہ آغاز علامہ شبلی نعمانی نے کیا اور ان کے بعد ان کے شاگرد سید سلیمان ندوی نے اس عمل کو وسعت دی اور ولادت نبوی کے حوالے سے ایسی ۳۰ موضوع روایات کی نشاندہی کی جو مولود ناموں میں بڑے طمطراق سے شائع ہوتی چلی آرہی تھیں۔ اگرچہ شبلی نے اپنی سیرت میں خود کئی موضوع روایات کا سہارا لیا ہے اور خود اپنے اصولوں سے روگردانی کی ہے۔[۴۷] تاہم مجموعی لحاظ سے اس کا استنادی درجہ بہت بلند ہے۔ ان حضرات کی تحقیق کو قبولیت عام حاصل ہوئی اور اس کے بعد کے مولود ناموں اور کتب سیرت پر اس کے بڑے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ ذیل میں ہم ان مولود ناموں میں کثرت سے ذکر کی گئی روایات کے تاریخی استناد پر بات کر کے اپنی بات کو سمیٹتے ہیں۔

ا۔ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ۱۲ ربیع الاول کو پیر کے روز پیدا ہوئے اور یہ سال عام الفیل کہلاتا ہے۔ ابونعیم، قسطلانی اور سیوطی وغیرہ نے ابن ہشام، طبری اور ابن کثیر کے حوالے سے ۱۲ ربیع الاول کو آپ ﷺ کی تاریخ ولادت قرار دیا ہے۔[۴۸] پھر پھر انہی کی روایات کتب میلاد میں رقم ہوتی چلی گئیں۔ حالانکہ جدید تحقیق کے مطابق آپ ﷺ کی ولادت ۹ ربیع الاول بمطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی۔ بعض اہل علم کے نزدیک تاریخوں کا یہ اختلاف قمری و شمسی دنوں کے حساب کی وجہ سے

ہے اور ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ ہی درست ہے۔[۴۹] لیکن ہمارے نزدیک اس حوالے سے محمود شاہ فلکی کی تحقیق درست ہے، جن کی تحقیق کا خلاصہ سید سلیمان ندوی نے یہ کیا ہے کہ:

(الف) صحیح بخاری میں ہے کہ ابراہیم (آنحضرت ﷺ کے صغیر السن صاحبزادے) کے انتقال کے وقت آفتاب میں گہن لگا تھا اور ۱۰ھ تھا (اور اس وقت آپ کی عمر کا تریسٹھواں سال تھا۔

(ب) ریاضی کے قاعدے سے حساب لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰ھ کا گرہن ۷ جنوری ۶۳۲ء کو ۸ بجکر ۳۰ منٹ پر لگا تھا۔

(ج) اس حساب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر قمری ۶۳ برس پیچھے ہیں تو آپ ﷺ کی پیدائش کا سال ۵۷۱ء ہے جس میں ازروئے قواعد ہئیت، ربیع الاول کی پہلی تاریخ ۱۲ اپریل ۵۷۱ء کے مطابق تھی۔[۵۰]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت ۹ ربیع الاول کو ہوئی نہ کہ ۱۲ ربیع الاول کو، جیسا کے مولود ناموں میں ذکر ہوتا رہا ہے۔

۲۔ روایت ہے کہ محمد ﷺ کا نور اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا ہے نیز سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کا نور پیدا کیا۔[۵۱] یہ روایت حدیث اور سیرت کے کسی مستند ماخذ میں نہیں پائی جاتی اور مولانا عبد الحئ فرنگی محلی نے ان دونوں روایات کو موضوع قرار دیا ہے۔[۵۲] یہ بات ذہن نشین رہے کہ مولود ناموں میں "نور" کے موضوع کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ تاہم اسی سلسلے کی کسی روایت کی اصل نہیں ہے اور اس نوعیت کی روایات وضعی اور جعلی ہیں۔

۳۔ روایت ہے کہ اے نبی! اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ اسی طرح یہ کہ میں اس وقت بھی تھا جب آدم مٹی اور پانی کے مرحلے میں تھے۔ ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ یہ روایات موضوع ہیں۔[۵۳] علامہ طاہر پٹنی نے بھی انہیں موضوعات میں شمار کیا ہے۔[۵۴] اسی طرز کی ایک روایت سنن ترمذی میں موجود ہے۔ جس کے بارے میں امام ترمذی نے خود صراحت کر دی ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح اور غریب ہے اور ہم اس حدیث کو اس سند کے سوا کسی دوسری سند سے نہیں جانتے۔[۵۵]

۴۔ روایت ہے کہ جس دن آمنہ حاملہ ہوئیں دو سو عورتیں رشک وحسد سے مر گئیں۔[۵۶] ترجمہ یوں تھا کہ "اس غم میں انہوں نے شادی نہ کی"۔ لیکن مترجمین نے کنایہ کو صریح سے بدل دیا۔ ترجمہ کی غلطی کے ساتھ ساتھ اس کی استنادی حیثیت بھی مشکوک ہے۔ اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ: "یہ روایت سند کے بغیر زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں بصیغہ "روی" یعنی بیان کیا گیا ہے، مذکور ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خود مصنف کو بھی اس کی صحت میں کلام ہے یہ درحقیقت بالکل بے سند اور بے اصل روایت ہے"۔[۵۷]

۵۔ روایت ہے کہ جس رات نبی کریم ﷺ کی ولادت ہوئی کسریٰ کے محل میں زلزلہ آگیا اور فارس کا آتش کدہ بجھ گیا۔[۵۸] اس روایت کا مرکزی راوی مخزوم ابن ہانی ہے، جو ابن حجر کے نزدیک مجہول ہے۔[۵۹] سید سلیمان ندوی کے مطابق ہانی کی عمر ڈیڑھ سو برس بتائی جاتی ہے، جب کہ اس نام کا کوئی صحابی جو مخزومی اور قریشی ہو اور اس کی عمر ڈیڑھ سو برس ہو معلوم نہیں۔[۶۰] کتب میلاد میں یہ روایت ابونعیم، طبری، ابن عساکر اور قسطلانی کے حوالوں سے نقل ہوئی ہے، جن کا اپنا کوئی استنادی مقام نہیں ہے۔

۶۔ روایت ہے کہ حضرت آمنہ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی ان سے کہہ رہا ہے اے آمنہ تیرا بچہ تمام جہاں کا سردار ہو گا، جب پیدا ہو تو اس کا نام احمد اور محمد رکھنا اور یہ تعویذ اس کے گلے میں ڈال دینا۔ جب وہ بیدار ہوئیں تو سونے کے پتر پر

انہیں یہ اشعار ملے: اعیذہ بالواحد ۔ من شر کل حاسد[۶۱]
اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ '': متاخرین میں حافظ عراقی نے اس روایت کو بے اصل اور شامی نے بہت ہی ضعیف کہا ہے، ابن اسحاق نے بھی اس کو بے سند روایت کہا ہے۔ ابن سعد میں یہ روایت واقدی کے حوالے سے ہے جس کی دروغ گوئی محتاج بیان نہیں"۔ [۶۲]

۷۔ روایت ہے کہ حضرت آمنہ کہتی ہیں کہ مجھے ایام حمل میں حمل کی کوئی علامت معلوم نہیں ہوئی اور وہ گرانی اور تکلیف بھی محسوس نہیں ہوئی جو عورتوں کو ان ایام میں محسوس ہوتا ہے۔ بجز اس کے کہ معمول میں فرق آگیا۔[۶۳] امام قسطلانی نے اس روایت کو ابن اسحاق اور ابو نعیم کی کتب کے حوالے سے نقل کیا ہے لیکن یہ روایت ان دونوں میں موجود نہیں۔

۸۔ روایت ہے کہ ولادت کے وقت شیطان کو ستر طوق ڈالے گئے۔ ستر ہزار حوریں ہوا میں کھڑی کر دی گئیں کہ آپ کی ولادت کی منتظر ہیں۔ اس سال دنیا بھر کی تمام عورتوں کو فرزند نرینہ عطا کیا گیا۔ جتنے درخت تھے اس سال ثمر بار ہوئے۔ پیدائش کی رات نہر کوثر کے کنارے مشک خالص کے ستر ہزار درخت لگائے گئے۔[۶۴] یہ روایت سیوطی نے ابو نعیم سے اخذ کی ہے لیکن ان کی کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں یہ روایت موجود نہیں ہے۔ یہ روایت تمام تر بے سند اور موضوع ہے۔[۶۵]

۹۔ روایت ہے کہ حضرت عباس کہتے ہیں کہ میرا سب سے چھوٹا بھائی (عبد اللہ) جب پیدا ہوا تو اس کے چہرہ پر سورج کی روشنی تھی۔[۶۶] یہ ایک طویل روایت ہے۔ ڈاکٹر محمد سلیم کے مطابق یہ روایت سرے سے موضوع ہے۔ اس کے روای حضرت عباس ہیں جو بطور جملہ معترضہ کے آغاز روایت میں کہتے ہیں کہ میرا سب سے چھوٹا بھائی (عبد اللہ) پیدا ہوا۔[۶۷] مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں کہ '': یہ جملہ ہی بتا رہا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے کیونکہ یہ بالاتفاق مسلم ہے کہ حضرت عبد اللہ حضرت عباس سے بڑے تھے نہ کہ چھوٹے بلکہ حضرت عباس کی عمر خود آنحضرت سے صرف دو یا تین برس ہی زیادہ تھی۔ تو حضرت عباس آپ ﷺ کے والد عبد اللہ سے کیونکر بڑے ہوئے''۔[۶۸]

۱۰۔ روایت ہے کہ ولادت کے وقت حضرت آمنہ نے تین آدمی دیکھے ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ، دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت تیسرے کے ہاتھ میں جامہ سفید تھا۔[۶۹] اس روایت پر تجزیہ کرتے ہوئے سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ:
''اس روایت کا ماخذ یہ ہے کہ یحییٰ بن عائذ المتوفی ۳۷۸ھ نے اپنی کتاب میلاد میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ابن وحیہ محدث نے بڑی جرأت کر کے اس خبر کو ''غریب'' کہا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کو غریب کہنا بھی اس کی توثیق ہے۔ یہ تمام تر بے اصل اور بے بنیاد ہے''۔[۷۰]

۱۱۔ وہ روایات جو نبی کریم ﷺ کی شیر خورگی میں حضرت حلیمہ سعدیہ کے حوالے سے ذکر کی گئیں ہیں ان روایات میں سے بھی اکثر موضوع ہیں۔ اس طرز کی روایات دو طریقوں سے مروی ہیں۔ ایک طریقہ کا مشترک راوی جہم بن ابی جہم نام کا ایک مجہول شخص ہے اور دوسرے کا مشترک راوی واقدی ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔[۷۱]

۱۲۔ آپ ﷺ کے سفر شام میں بحیرہ راہب کا قصہ اور دوسرے سفر شام میں نسطورا راہب کا قصہ اگرچہ سیرت اور پھر کتب میلاد میں کثرت سے ذکر ہوئے ہیں لیکن ابن سعد، ابن حزم، امام ذہبی اور ابن حجر نے اسے ضعیف کہا ہے اور بطور حجت اس

سے اعراض برتا ہے۔[۴۲]

۱۳۔ سید سلیمان ندوی نے درج ذیل قسم کی روایات کو بھی ضعیف اور موضوع قرار دیا ہے۔

* وہ تمام روایتیں جن میں آنحضرت ﷺ کے معجزہ سے حضرت آمنہ یا کسی اور مردہ کے زندہ ہونے کا بیان ہے وہ سب جھوٹی اور بنائی ہوئی ہیں۔
* ایسی روایتیں جن میں آنحضرت ﷺ کے لیے آسمان سے خوان نعمت یا جنت سے میووں کے آنے کا ذکر ہے موضوع یا ضعیف ہیں۔
* عوام میں مشہور ہے کہ آنحضرت ﷺ کا سایہ نہ تھا لیکن یہ کسی روایت سے ثابت نہیں۔
* روایت ہے کہ آپ قضائے حاجت سے واپس آتے تھے تو وہاں کوئی نجاست باقی نہیں رہتی تھی۔ یہ سر تا پا موضوع ہے۔
* واعظوں میں مشہور ہے کہ ابو جہل کی فرمائش سے اس کے ہاتھ کی کنکریاں آنحضرت ﷺ کے معجزہ سے کلمہ پڑھنے لگیں، لیکن یہ ثابت نہیں۔[۴۳]

مولانا محمد تقی امینی نے اس حوالے سے بڑی ہی عمدہ بات کی ہے کہ:

> صحابہ میں کوئی بھی ایسا نہیں جس کی عمر رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کے وقت روایت بیان کرنے کی ہو۔ اگر یہ تمام روایات و واقعات مبعوث ہونے کے بعد بذات خود آپ ﷺ نے بیان فرمائے ہوتے تو اتنے اہم واقعات کا تذکرہ حدیث کی مستند کتابوں میں ضرور ہوتا۔۔ اگر یہ واقعات عوام میں ایک حقیقت کے طور پر مشہور ہوتے تو اعلان نبوت کے بعد آپ ﷺ کو تبلیغ رسالت میں جس قدر دشواریاں پیش آئیں وہ نہ آتیں بلکہ ہر شخص ان واقعات کی شہرت کی بناء پر ایمان لانے پر مجبور ہوتا۔[۴۴]

خلاصہ کلام یہ کہ اس طرز کی سینکڑوں روایات ہیں جو کتب سیرت و کتب میلاد میں موجود ہیں جن کی تنقیح اور وضاحت ضروری ہے۔ ہماری تحقیق کی روشنی میں ایک محتاط اندازے کے مطابق ان کتب میلاد میں ذکر کردہ روایات کا ۸۵٪ حصہ کمزور، ضعیف بلکہ موضوع روایات پر مشتمل ہے اور میلاد ناموں کی روایت چونکہ آج بھی جاری ہے اس لیے مولود نگاروں کو جدید تحقیقات کی روشنی میں کام کرنے اور سائنسی و تحقیقی انداز میں اپنے نتائج فکر کو عوامی و مجلسی محافل و مجالس اور کتب میں پیش کرنے کی ضرورت ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اسی میں سیرت نگاری کی اس صنف کی بقا کا راز پوشیدہ ہے۔

حواشی وحوالہ جات

---

[۱] ابن شاہین، محمد بن احمد. الترغیب فی فضائل الاعمال. ط: ۲۰۰۴ء، دار لکتب العلمیہ، بیروت، ص۶۹

[۲] انور محمود خالد، ڈاکٹر. اردو نثر میں سیرت رسول. ط: ۱۹۸۹ء، اقبال اکادمی، لاہور، ص۲۳۲

[۳] ندوی، سلیمان، سیرۃ النبی. ط: ۱۹۹۱ء، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ۳/۴۰۰

[۴] صدیقی، مظفر عالم، ڈاکٹر. اردو میں میلاد النبی. ط: ۱۹۹۸ء، فکشن ہاؤس، لاہور، ص۲۲۶

[۵] تفصیل ملاحظہ ہو: خلیفۃ، حاجی. کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون. ط: ۲۰۰۷ء، دار الفکر، بیروت

[۶] المنجد، صلاح الدین. معجم ماالف عن رسول اللہ. ط: ۱۹۸۲ء، دار الکتاب الجدید، بیروت، ص۲۰ تا ۳۶

[۷] ندوی، عبد الحئی. اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں. ط: ۲۰۰۹ء، دار المصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ص۳۶۷-۳۶۶

[۸] اردو نثر میں سیرت رسول، ص۲۹۴ تا ۳۰۱

[۹] قاموس الکتب(اردو). ط: مطبوعہ انجمن ترقی اردو پاکستان، جلد اول

[۱۰] ارمغان حق. ط: ۱۹۸۱ء، مطبوعہ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان، جلد اول و دوئم

[۱۱] تفصیل ملاحظہ ہو: اردو میں میلا د النبی

[۱۲] تفصیل ملاحظہ ہو: فہرست مشترک نسخہ ہائے خطی فارسی پاکستان

[۱۳] ڈاکٹر قاضی شہاب الدین کا یہ مقالہ ہم نہیں دیکھ پائے۔ البتہ ڈاکٹر انور محمود خالد نے اس کا ذکر کیا ہے۔

[۱۴] ڈاکٹر مظفر عالم کا یہ مقالہ بعد ازاں فکشن ہاؤس لاہور سے ۱۹۹۸ء میں شائع بھی ہوا۔

[۱۵] اردو میں میلا د النبی، ص۱۰۳

[۱۶] ایضاً، ص۸۰۹-۸۱۰

[۱۷] سیرۃ النبی، ۳/۳۹۸

[۱۸] دہلوی، شاہ ولی اللہ. حجۃ اللہ البالغہ. ط: قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱/۳۶

[۱۹] ذہبی، شمس الدین. میزان الاعتدال. ط: ۱۹۰۷ء، مطبع السعادۃ، مصر، ۱/۵۶

[۲۰] ابن تیمیہ. کتاب التوسل. ط: دار النجاۃ، بیروت، ص۱۵۹

[۲۱] ایضاً، ص۱۶۲

[۲۲] سیرۃ النبی، ۳/۴۰۰

[۲۳] ملاحظہ ہو ان کی کتاب بیان المیلاد النبوی جس کے کئی تراجم ہو چکے ہیں۔

[۲۴] آزاد، ابو الکلام، مولانا. ولادت نبوی. ط: ۱۹۸۱ء، شاہین بک سینٹر، دہلی، ص۸۱

[۲۵] سہ ماہی تحقیقات اسلامی، جنوری۔مارچ ۱۹۹۹، علی گڑھ، ج۱۸، شمارہ ۱، ص۶۷-۶۸

[۲۶] سیرۃ النبی، ۳/۴۰۱

[۲۷] ڈاکٹر، اردو میں میلا د النبی، ص۱۲۳

[۲۸] ملاحظہ ہو: مقدمہ سیرۃ النبی، ۱/۳۵

[۲۹] سیرت النبی، ۳/۴۰۲

[۳۰] ایضاً، ص۴۰۴

[۳۱] ایضاً

[۳۲] اردو میں میلا د النبی، ص۹۳-۹۴

[۳۳] انور محمود خالد، ڈاکٹر، اردو نثر میں سیرت رسول، ص۳۰۲

[۳۴] غلام امام شہید، مولود شریف شہید، ط: مطبع ابو العلائی، آگرہ، ص۲

[35] حالی، الطاف حسین. میلاد شریف. ط: ۱۹۳۲ء، حالی پریس پانی پت، ص ۱

[36] کاکوروی، عنایت احمد. تواریخ حبیب الہٰ. ط: ۱۹۵۰ء، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، ص ۱۵۳

[37] فیاض الدین، محمد. فیض القلوب فی میلاد المحبوب. ط: مطبع شگوفہ گلزار، اودھ، ص ۲۱-۲۲

[38] راشد الخیری، علامہ. آمنہ کا لال. ط: ۱۹۳۰ء، عصمت بک ڈپو، دہلی، ص ۲۱

[39] خاں، غلام محمد ہادی علی. نور العینین فی ذکر رسول ثقلین. ط: ۱۸۸۴ء، مطبع نامی لکھنو، ص ۴۴

[40] خاں، غلام محمد ہادی علی خاں. خیر الاذکار فی ذِکر سید الاخیار. ط: ۱۸۸۴ء، مطبع نامی لکھنو، ص ۵-۶

[41] عرشی، عزیز الرحمن. انتخاب عرشی فی ذکر میلاد النبی. ط: ۱۸۸۴ء، مطبع نول کشور لکھنؤ، ص ۲۰

[42] لکھنوی، مجیب اللہ. شمس الضحیٰ فی میلاد المصطفیٰ. ط: ۱۸۸۴ء، مطبع نول کشور لکھنؤ، ص ۲۰

[43] مارہروی، حاجی محمد علی خاں. میلاد شریف سرور عالم. ط: ۱۸۶۵ء، طبع شعلہ طور، کانپور، ص ۶۲

[44] طپش، چراغ علی، سید. مولود طپش. ط: ۱۹۲۸ء، شیخ برکت علی اینڈ سنز تاجران کتب لاہور

[45] محمد صبغتہ اللہ، مولانا. فوائد بدریہ. ط: ۱۹۲۲ء شمس المطابع، حیدر آباد دکن، ص ۳۴

[46] ابن ماجہ، محمد بن یزید. سنن ابن ماجہ. ط: دار الاحیاء الکتب العربیہ، ۱/۱۳

[47] تفصیل کے لیے ملاحظہ میرا مضمون: علامہ شبلی نعمانی کی سیرت نگاری، مطبوعہ السیرۃ (کراچی)، شمارہ ۲۸، اگست ۲۰۱۲ء

[48] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ابن ہشام، ج ۱، ص ۱۰۸، طبری، ج ۲، ص ۶۰۶، اور ابن کثیر ج ۲، ص ۲۴۷۔ انہی کتب سے یہ روایت دلائل النبوۃ، مواہب لدنیہ اور مدارج النبوۃ میں منتقل ہوئی اور ان سے مولود نگاروں نے نقل کیں۔

[49] جناب شہاب الدین انصاری نے محمود شاہ فلکی کی تحقیق پر نقد کیا ہے اور قمری و شمسی سالوں کے جزوی فرق پر عمدہ گفتگو کی ہے۔ ملاحظہ ہو سہ ماہی تحقیقات اسلامی، ج ۱۰، شمارہ ۴، ص ۱۴، اکتوبر۔ دسمبر ۱۹۹۱، علی گڑھ۔

[50] سیرت النبی، ۱/۱۱۵

[51] قسطلانی، شہاب الدین. المواہب اللدنیہ. ط: طرق الحکمیہ، دمشق، ۱/۱۶

[52] لکھنوی، عبد الحیٔ، مولانا. الآثار المرفوعہ. ط: مطبع نول کشور، لکھنؤ، ص ۲۷۲

[53] ابن تیمیہ. فتاوی ابن تیمیہ. ط: ۱۹۰۸ء، قاہرہ، ۲/۱۹۷

[54] طاہر پٹنی. تذکرۃ الموضوعات. ط: ۱۹۵۴ء، طبع بمبئی، ص ۸۶

[55] ترمذی، محمد بن عیسیٰ. سنن ترمذی. ط: ۱۹۷۵ء، شرکۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، ۵/۵۸۵

[56] انتخاب عرشی، ص ۴۰

[57] سیرۃ النبی، ۳/۴۰۸

[58] یہ روایت دلائل النبوۃ ج ۱، ص ۴۰، مواہب لدنیہ، ج ۱ ص ۴۴ اور تاریخ طبری، ج ۲ ص ۱۶۶ میں ذکر ہوئی ہے اور انہی کے توسط سے اردو کتب میلاد فروغ پا گئی ہے۔

[59] عسقلانی، ابن حجر. الاصابہ فی تمییز الصحابہ. ط: دار الکتب، بیروت، ۳/۵۹۷

[60] سیرۃ النبی، ج ۳، ص ۴۰۹

[61] یہ روایت ابو نعیم اصفہانی نے دلائل النبوۃ، ج ا، ص ۲۱۰، جلال الدین سیوطی نے الخصائص الکبریٰ، ج ا، ص ۱۰۴ اور عبد الحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ، ج ا، ص ۱۱ پر نقل کی ہے۔

[62] سیرۃ النبی، ج ۳، ص ۴۰۹

[63] یہ روایت ابن سعد نے طبقات ابن سعد، ج ا ص ۹۸، امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ، ج، ا ص ۷۳ پر نقل کیا ہے اور انہی سے کتب میلاد میں اسے شامل کیا گیا ہے۔

[64] سیوطی، جلال الدین، الخصائص الکبریٰ، ج ا ص ۵۶

[65] سیرۃ النبی، ج ۳، ص ۴۱۱

[66] سیوطی، جلال الدین، الخصائص الکبریٰ، ج ا، ص ۵۴

[67] تحقیقات اسلامی، ج ۱۸، شمارہ ا، ص ۷۶، جنوری، مارچ ۱۹۹۷ء علی گڑھ

[68] آزاد، ابو الکلام، ولادت نبوی، ص ۹۸

[69] لکھنوی، مجیب اللہ، شمس الضحیٰ فی میلاد المصطفیٰ، ص ۲۰

[70] سیرۃ النبی، ج ۳، ص ۴۱۳

[71] ایضاً، ص ۴۱۶

[72] ایضاً، ص ۴۲۱

[73] ایضاً، ص ۴۲۶-۴۲۷

[74] امینی، محمد تقی، حدیث کا درایتی معیار، ص ۲۰۸، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱۹۸۶ء